تعارف کتب

نام کتاب : خود نوشت سوانح حیات نسّاخ
مؤلف : عبدالغفور نسّاخ
ترتیب و تصحیح : عبدالسّبحان
ناشـــــر : ایشیاٹک سوسائٹی ، کلکته
صفحات : ۲۱۲ + ۲۰
سال اشاعت : ۱۹۸۶ء
قیمـــت : ٦۰ روپیه

عام طور سے خود نوشت سوانح حیات سے لکھنے والے کے اپنے حالات زندگی اور خاندان وغیرہ کا علم ھوتا ہے لیکن نسّاخ کی خود نوشت سوانح حیات کی ایک بڑی خوبی یه ہے که اس سے نه صرف ان کے اپنے زندگی کے کوائف کا پته چلتا ہے، بلکه انیسویں صدی میں غیر منقسم بنگال کے مسلمانوں کی نشاة ثانیه پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اس لحاظ سے یه خود نوشت سوانح حیات خصوصی اھمیت کی حامل ہے۔

مولوی عبدالغفور تخلص نسّاخ کا شمار غیر منقسم بنگال کے مشاھیر ادباء و شعراء میں ھوتا ہے۔ وہ بجا طور پر بنگال میں ,,بابائے اردو شاعری،،کہلاتے ھیں ۔ بنگال میں اردو ادب کی خدمات کے حواله سے وہ ایک عظیم مقام کے مالک ھیں ۔ وہ کلنگا میں یکم شوال ۱۲۴۹ھ مطابق ۳۱ جنوری ۱۸۳۴ء کو پیدا ھوئے اور انھوں نے کلکة

میں ۵۵ سال کی عمر میں ۱۴ جون ۱۸۸۹ء کو انتقال کیا وہ مشرقی بنگال (حالیہ بنگلہ دیش) کے ایک قاضی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

ان کے بقول ان کے مورث اعلی حضرت خالد ابن ولیدؓ تھے۔ ان کے اجداد بغداد میں رہتے تھے۔ ان میں شاہ عین الدین ۱۰۳۲ھ میں جب شاہ عباس صفوی شاہ ایران نے بغداد کو محاصرہ کر کے فتح کیا جہانگیر کے دور میں دھلی چلے آئے۔ ان کا انتقال ۱۰۴۱ھ میں دھلی میں ہوا۔ ان کے والد قاضی عبدالرسول کو شاهجہان نے سرکار فتح آباد چکلا بھوسنہ وغیرہ ضلع فریدپور درمیان ممالک بارہ بھوئیاں بنگال میں قاضی مقرر کیا ان کی اولاد بھی عہدہ قضا پر مامور رہی اور اس علاقہ میں باعزتّ زندگی بسر کرتی رہی۔

نسّاخ کے بڑے بھائی نواب عبداللطیف سی آئی ای (متوفی ۱۸۹۳ء) اپنے وقت کے ممتاز ماہرین تعلیم اور افسران اعلی میں سے تھے۔ ان کے والد قاضی فقیر محمد اپنے زمانے کے مشہور وکیل تھے۔ انہوں نے ۱۸۱٦ء میں اپنے وطن کو خیرباد کہہ کر کلکتہ میں مستقل سکونت اختیار کرلی اور وہاں صدر دیوانی عدالت میں ۲۸ سال تک وکیل رہے۔ ان کی فارسی کتاب ,,جامع التواریخ،، اپنی صحت، اختصار اور ادبی خوبیوں کے لئے مشہور ہے۔

نسّاخ کو عربی فارسی اردو پر کامل تسلّط حاصل تھا۔ انہیں انگریزی اچھی طرح آتی تھی اور تھوڑی بنگالی اور ھندی بھی جانتے تھے۔ انکی تعلیم کے بارے میں تفصیلات معلوم نہیں۔ وہ نومبر ۱۸۵۳ء سے کوئی اچھی ملازمت حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے یہاں تک ۱۸٦۰ء میں اپنے بڑے بھائی کی سفارش اور اپنے خاندان کی شہرت کے باعث ڈپٹی مجسٹریٹ کی جگہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

وہ بریسال، ھاوڑہ، راجشاھی، بانکا (بھاگلپور)، سارن (چھپرا)، مونگیر، سلہٹ، ڈھاکہ، بیربھرم، ھوگلی، مدنی پور اور منشی گنج کے شہروں میں اسی عہدہ پر فائز رھے۔ چار بار دھلی گئے جہاں ان کی یادگار ملاقات مرزا غالب سے بھی ھوئی۔ اھل دھلی کے بارے میں وہ لکھتے ھیں : ,,دھلی کے لوگ عموماً اچھے ھیں۔ ان کے دل زبان ایک ہے،، (ص ۹۵)۔ وہ لکھنو بھی گئے جہاں کے لوگوں کے متعلق وہ لکھتے ھیں : ,,یہاں کے اکثر لوگ زبانی محبت دکھلاتے ھیں لیکن دل میں کچھ نہیں ہے۔ لکھنو کے لوگ باتیں خوب بناتے ھیں،، (ص ۹۷)

فاضل مرّتب کے مقدمہ سے پتہ چلتا ہے کہ نسّاخ فروری ۱۸۸۹ء میں ۵۵ سال کی عمر میں ریٹائر ھو گئے اور اسی سال ۱۴ جون کو انتقال کر گئے۔ اور جنوب مشرقی کلکتہ میں پارک سرکس میدان کے جنوب میں ایک قطعہ زمین میں دفن ھوئے۔

نسّاخ کا تعلق سنّی حنفی مذھب سے تھا وہ اپنے عقائد میں بڑے کٹّر تھے ، لیکن دوسرے عقائد کے لوگوں کا بھی ھر طرح احترام کرتے تھے۔ ان کا کچھ میلان تصوف کی طرف بھی تھا اور اپنے وقت کے صوفی بزرگوں کی خدمت میں کبھی کبھی بڑی ارادت سے حاضری دیتے تھے۔ محرم میں تعزیہ داری میں حصہ لینے کے لئے بعض شہروں میں بھی جاتے تھے۔

ان کو علم نجوم ، جفر، رمل اور عملیات سے خاص دلچسپی تھی (ص ۲٦ ـ ۲۸)۔ وہ بعض لوگوں کے لئے تعویز بھی لکھ کر دیتے تھے۔ (ص ۲۸، ۸٦) اور بعض اوقات علم نجوم سے بعض مقدمات کے فیصلے کرتے تھے (ص ۵۳)۔ کچھ لوگوں کو عمل بھی بتاتے تھے (ص ۱٦۳) اور بعض بزرگوں کی کرامات کے عینی شاھد تھے (ص ۱٦۷)۔

وہ کھیلوں میں شطرنج کے علاوہ پچسیی، گنجفہ، تاش ، داما (؟) بھی کھیلتے تھے اور کبڈی اور کرکٹ میں اپنے مدرسہ میں سب سے بہتر تھے ۔ (ص ۳۷) ۔

ان کے چار اردو دیوان ,,دفتر بسمل،، ، ,,اشعارِ نسّاخ،، ,,ارمغان،، اور ,,ارمغانی،، کے علاوہ ,,گنج تواریخ،، اور ,,انتخاب نقص دبیروانیس،، ان کی زندگی میں شائع ہو چکے تھے البتہ ان کی ,,خود نوشت سوانح حیات،، جس کا اشتہار ان کے تیسرے دیوان ,,ارمغان،، مطبوعہ ۱۸۸٦ء میں چھاپا گیا تھا، ان کی زندگی میں شائع نہیں ہو سکی تھی اور اب کلکتہ سے شائع کی گئی ہے۔

نسّاخ بڑے مردم شناس تھے اور جن جگہوں پر رہے، وہاں کے لوگوں کے بارے میں انہوں نے بڑی دلچسپ آراء کا اظہار کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے مختلف جگہ کے لوگوں کا دقیق مطالعہ کیا تھا۔

دھلی اور لکھنو کے لوگوں کے بارے میں ان کی رائے سطور بالا میں دی جا چکی ہے۔ اھل بریسال کے بارے میں لکھتے ھیں :

,,بریسال میں جتنے پیچیدہ اور مشکل مقدمات میں نے دیکھے آجتک ایسا مقدمہ کہیں دیکھا نہیں۔ وہاں جعل کی بڑی کثرت ہے۔،، (ص ٦۴)

سلہٹ وغیرہ پورب کے ضلع کے لوگوں کے متعلق لکھتے ھیں :

,,سلہٹ ، بریسال وغیرہ پورب کے ضلع کے لوگوں کو نہ خدا کا خوف ہے ، نہ رسول کا خوف ہے، نہ آدمیوں کا خوف ہے اور نہ محبت ، نہ مروت کچھ نہیں ۔ زن و شوھر میں، باپ بیٹی میں ، ماں بیٹی، بھائی بھائی میں، بھوبھو میں جو محبت ھونا چاھئیے نہیں ہے۔ سب کو فقط روٹی کی فکر ہے ہر شخص چاھتا ہے کہ جو کچھ ہے میرے ھاتھ آوے اور دوسرے عزیز و اقرباء میرے دست نگر ھوں ۔ بیشتر

لڑکے اپنے والدین کو ستاتے ھیں ـ بیشتر مرد اپنی زوجہ کے کابین کی فکر میں رھتے ھیں ـ جب پاتے ھیں پھاڑ ڈالتے ھیں،، (ص ١٦٨)

اھل ڈھاکہ کے متعلق ایک دلچسپ بات لکھتے ھیں :

,,ڈھاکہ میں طلاق بالخیار کا بڑا رواج ہے یعنی عورتوں کے ھاتھ میں طلاق ہے اور اگرچہ شرعاً جائز ہے ، لیکن بعض محل و موقع پر اس سے بڑے فساد اٹھتے ھیں ـ یہ رواج سلہٹ میں بھی ہے مگر کم ہے اور سلہٹ والے ڈھاکہ والوں کے مقلّد ھیں ـ میں نے دھلی سے سلہٹ تک اور کہیں یہ بات دیکھی نہیں،، (ص ١٦٨)

اسی طرح اھل ڈھاکہ کے بارے میں ایک اور جگہ لکھتے ھیں :

,,اس ملک میں مسلمانوں میں نماز بہت ہے اور روزہ بہت ہے ـ حج بہت ہے ـ نکاح بہت ہے ـ طلاق بہت ہے یعنی شرعی کام بہت مروج ہے ـ صرف ذرا ایمان نہیں ہے ،، (ص ١٦٢)

نسّاخ اگرچہ اردو زبان کے بڑے استاد تھے اور اردو نثر لکھنے یا اردو شعر کہنے میں دھلی اور لکھنو دونوں کی پیروی کرتے تھے اور حتی کہ اپنی کتاب ,,نقص انتخاب دبیروانیس،، میں انھوں نے انیس اور دبیر جیسے استادوں کی غلطیاں نکالی ھیں، لیکن بہت سی جگہ محاورات اور روزمرّہ کی زبان کے استعمال میں ان سے لغزشیں ھوئی ھیں ـ مثلاً :

کہیں فاعل کے جمع ھونے کے باوجود فعل واحد لاتے ھیں جیسے :

وہ اور میں ایک بچھونے پر سوتا تھا ـ(ص ۴)

,,ایک پر میں اور میرا بھانجا ... سیر کرتا تھا،، ـ (ص ۵)

,,میر صاحب اور میں ... روانہ ھوا ـ (ص ٦٩)

,,تین غزلیں ... لکھی،، ۔ (ص ۷۱)
,,بیشتر طوائف بلائی گئی تھی،، . (ص ۱۵۵)
,,باتیں یاد نہیں ہے،، ۔ (ص ۱۲۰)
اسی طرح بعض جگہ محاورے کی غلطیاں نظر آتی ہیں جیسے:
,,میں نے میرے دوست،، (ص ۱۷۴) بجائے میں نے اپنے دوست ۔
,,رخصت لئیے،، (ص ۱۷۵) بجائے رخصت لی ۔ ,,کھوئی،،
(ص ۸۷) بجائے کھویا
,,اسامی،، (ص ۱٦۸، ۱٦۹، ۱۷۷) بجائے ملزم، ,,مہلوک،،
(ص ۱٦۸، ۱٦۹) بجائے مقتول .
,,یکتا لیسواں،، (ص ۱٦۳) بجائے اکتالیسواں
,,میں نے سیکھنے کو چاھا،، (ص ۸) بجائے میں نے سیکھنا چاھا
,,سر نو سے،، (ص ۱۱۴) بجائے از سرنو .
,,اضطرار (ص ۱۲۵) بجائے اضطراب اور ,,مضطر،، (ص ۲۳ ، ۲۴ وغیرہ) بجائے مضطرب .
,,آدمیت (ص ۱۳۲) بجائے مروت ،، ,,زبان بندی،، (ص ۱۱۰، ۱۱۲ وغیرہ) بجائے بیان .
,,تعظیم دی،، (ص ۱۳۹) بجائے تعظیم کی ،
,,میرا امتحان پاس ہوا،، (ص ۱۵، ۲۲، ۵۷) بجائے میں نے امتحان پاس کیا ۔
,,بندوق تلوار خوب لگاتے تھے،، (ص ۱۳۳) بجائے بندوق تلوار خوب چلاتے تھے ۔
,,ھتھیار دیدیا،، (ص ۲۴) بجائے ھتھیار ڈالدئے ۔ وغیرہ
اسی طرح ,,نہیں،، کو بہت سی جگہ بجائے فعل کے پہلے لانے کے فعل کے بعد لاتے ھیں جیسے :

,,آگے اس کے یہاں کبھی ایسا واقعہ ہوا نہیں،، ۔ (ص ۱۵۴)
,,مجسٹریٹ نے اس پر عمل کیا نہیں،، ۔ (ص ۱۵۴)
,,نکاح اس عورت کے ساتھ پڑھایا نہیں،، ۔ (ص ۱۵۴)
,,ایسا خربزہ کبھی کھانے میں آیا نہیں،، ۔ (ص ۱۷۰) . وغیرہ

نسّاخ نے اس کتاب میں اس زمانے کے بعض معاشی اور سیاسی حالات پر بھی روشنی ڈالی ہے مثلاً ۱۸۵۷ء کے غدر کے بارے میں بعض مفید معلومات کلکتہ کے حوالے سے دی ہیں (ص ۲۳، ۲۴) ، جو چشم دید ہونے کی وجہ سے بہت اہمیت کی حامل ہیں ۔

اس کتاب میں مصنف نے جو اپنی زندگی کے واقعات و حالات لکھے ہیں انسے ان کی اپنی جو تصویر ابھر کر آئی ہے وہ ایک نہایت پارسا اور بے نقص شخصیت کی ہے اور مصنف نے اپنی زندگی کے صرف ایسے واقعات کا ذکر کیا ہے جو ایسی تصویر کشی میں ممد و معاون ہو سکیں اور کہیں اپنی کمزوریوں کی طرف اشارہ نہیں کیا جو اکثر انسانوں میں پائی جاتی ہیں ۔ صرف کہیں کہیں فحوای کلام سے انکی بعض کمزوریوں کی طرف اشارات ملتے ہیں جیسے : افیون کھا کر چھوڑ دینا (ص ۴۰) ، بی مشتری کا نواب عبدالغنی کے ہاں انکی چند غزلیں گانا،، (ص ۱۵۵ ۔ ۱۵۸) جس کے بارے میں رضا علی وحشت نے ماہنامہ ,,جادو،، ڈھاکہ میں لکھا ہے کہ دونوں کا تعلق بدوجۂ عشق پہنچ گیا تھا ۔ (حاشیہ ، کتاب ہذا ص ۱۵۷)

اس کتاب کا واحد نسخہ جو اس کتاب کی بنیاد ہے ناقص الآخر ہے اور ص ۱۷۸ پر یہ خود نوشت سوانح حیات اس نامکمل عبارت پر ختم ہوتی ہے : ,,اس میں ایک بزرگ نے ہم لوگوں سے مخاطب ہو کر .....،، اس سے پتہ چلتا ہے کہ یا تو خود نسّاخ اپنی زندگی میں اس کتاب کو مکمل نہیں کر سکے یا اس کے بعض اوراق بعد میں گم ہو

گئے ۔ بقول مصحح، اس کتاب کے بعض اندرونی صفحات بھی غائب ھیں اور صفحات کے نمبر بھی قلمی نسخه کو اشاعت کیلئے ترتیب دیتے وقت مصحح نے ڈالے ھیں ۔

مختصر یه که یه کتاب مصنف کی اپنی سوانح حیات کے علاوہ اس زمانے کے معاشرتی سیاسی اور ادبی حالات کے نقطه نظر سے بھی اھمیت رکھتی ہے اور ھر دو لحاظ سے مطالعه کرنے والوں کے لئے دلچسپی کا خاصا سامان مہیا کرتی ہے ۔

سید علی رضا نقوی

★